احادیثِ موضوعہ اور امام احمد رضا

رئیس التحریر مناظر اہلسنّت، سرمایہ اہلسنّت، حضرت علامہ مولانا مفتی حافظ

مصنف

محمد فیض احمد اویسی مدظلہ العالی (بہاولپور)

باہتمام: الحاج سعید احمد سعید قادری

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ ﷺ

احادیثِ موضوعہ
اور امام احمد رضا

مصنف

رئیس التحریر، مناظرِ اہلسنّت، سرمایہ اہلسنّت، حضرت علامہ مولانا مفتی حافظ

محمد فیض احمد اویسی مدظلہ العالی (بہاولپور)

بااہتمام

الحاج سعید احمد سعید قادری

بہارِ مدینہ پبلشرز (کراچی)

فہرست مضامین

نام کتاب: احادیثِ موضوعہ اور امام احمد رضا

مصنف: رئیس التحریر، مناظر اہلسنت، سرمایہ اہلسنّت، حضرت علامہ مولانا مفتی حافظ محمد فیض احمد اویسی مدظلہ العالی (بہاولپور)

اہتمام: الحاج سعید احمد سعید قادری

ناشر: بہارِ مدینہ پبلشرز، کراچی

اشاعت: رمضان 1421ھ دسمبر 2000ء

صفحات: 24

کمپوزنگ وٹائیٹل ڈیزائننگ: الریحان گرافکس 4920983

قیمت: 16 روپے

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہٗ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضا مسلّم ☆ جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

یہ شعر آپ کو خوب بجتا ہے، طرفہ یہ کہ اگرچہ یہ شعر آپ کی نعت کا مقطع ہے لیکن شعر آپ کا نہیں (تفصیل فقیر نے شرح حدائقِ بخشش میں لکھ دی ہے) پھر یہ مبالغہ بھی نہیں حقیقت ہے اس لئے کہ امام احمد رضا قدس سرہٗ ہر فن میں قلم کے بادشاہ ہیں کہ جس موضوع سے بحث کی تو گویا خود موضوع بول پڑتا ہے کہ

حق یہ ہے کہ حق ادا کر دیا

احادیثِ موضوعہ کو چونکہ فنِ حدیث سے تعلق ہے اور اعلیٰ حضرت الحمد للہ فنِ حدیث کے بھی امام ہیں، فقیر نے ''علم الحدیث اور امام احمد رضا'' میں آپ کے فنِ حدیث میں تبحر کے دلائل دیئے ہیں اور ثابت کیا ہے کہ فنِ حدیث میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو امیر المحدثین کہا جاتا ہے لیکن آج امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہمارے ممدوح کی حدیث دانی کی مہارت وحذاقت کو ملاحظہ فرماتے تو فرحت وسرور کے انداز میں فرماتے، ''یا احمد رضا انت امام المحدثین'' یعنی اے احمد رضا تم اپنے وقت کے امام المحدثین ہو۔

چونکہ دورِ حاضرہ میں جہال مقررین کی بہتات ہے کہ جو منہ میں آیا کہہ دیا، دوسری طرف غیر مقلدین اور بعض دیوبندی اکثر احادیث کو موضوع کہنے کے عادی بن گئے ہیں فقیر نے چاہا کہ ہر دونوں کو افراط وتفریط سے نکال کر جادہء استقامت پر لا کر کھڑا کروں۔ تو بجائے علیحدہ مستقل تصنیف تیار کرنے کے اپنے مرشد وامام اور امامِ اہلسنت اعلیحضرت، مجددِ دین وملت شاہ احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ کی تصانیف سے ایک مجموعہ پیش کر دوں جو یکجا ''ردِ بدعات و امام احمد رضا'' میں ہے وہاں بقدرِ ضرورت ہے فقیر اضافہ یا حاشیہ عرض کرتا چلا جائے گا۔

مقدمہ

قبل اس کے کہ فقیر امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ کی بیان کردہ احادیثِ موضوعہ عرض کرے مناسب سمجھتا ہے کہ حدیثِ موضوع کی ضروری باتیں بطورِ مقدمہ لکھ دوں تا کہ نہ صرف امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ کی بیان کردہ روایات کے لئے مفید ہوں بلکہ اس فن کے ہر قاری کو فائدہ بخشے۔

لُغت میں موضوع بمعنی منگھڑت شے کہ جس کی کوئی بنیاد نہ ہو اور اصطلاحِ محدثین میں راوی پر حدیثِ نبوی ﷺ کے سلسلہ میں جھوٹ کا الزام ہو تو اس کی روایت کی ہوئی حدیث موضوع کہلاتی ہے۔ خواہ حدیث میں عمداً کذب بیانی کا الزام عمر بھر میں صرف ایک دفعہ ہی ہوا ہو، پس ایسی حدیث جس میں یہ تنہا ہو موضوع ہی سمجھی جائے گی اگرچہ وہ تائب بھی ہو گیا ہو، اسی لئے کہا جاتا ہے کہ موضوع (بناوٹی) ہونے کا فیصلہ بطریق گمان ہوتا ہے اور کبھی وضع کرنے والے کے اقرار سے ہوتا ہے۔ لیکن یاد رکھیئے کہ جیسے منگھڑت (موضوع) حدیث بیان کرنا گناہ ہے ایسے ہی صحیح یا کم از کم ضعیف کو بھی موضوع کہہ دینا جرمِ عظیم ہے۔ اسی لئے اس میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ خواہ مخواہ تحقیق کی روایت کو موضوع کہہ کر اس کے عمل یا عقیدت سے باز رہا تو کل قیامت میں منکرینِ حدیث کے زمرے میں اٹھنا پڑے گا۔ فقیر چند قواعد لکھ دیتا ہے تا کہ کسی حدیثِ موضوع کو کہتا بھی ہے تو ان قواعد کو مدِ نظر رکھنا ضروری ہے۔

صاحبِ روح البیان کا نکتہ دربارۂ احادیثِ موضوعہ

صاحبِ روح البیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس فقیر کو ان احادیثِ مبارکہ کے متعلق تقریر ذیل الہام ہوا کہ احادیثِ مذکورہ عند اللہ یا تو صحیح ہیں یا ضعیف ہیں یا جھوٹی اور وضعی (موضوع) ہیں اگر عند اللہ وہ صحیح ہوں تو پھر ان پر عمل کرنے میں ثواب ہی ثواب ہے اگر ضعیف ہیں تب بھی ان پر عمل کرنے میں حرج نہیں اس لئے کہ تمام محدثین کا اتفاق ہے کہ ان الحدیث الضعیف یجوز العمل بہٖ فی التر

غیب والترهیب فقط، کما فی الاذکار للنووی وانسان العیون، علی بن برهان الدین الحلبی والاسرار المحمدیه لابن فخر الدین الرومی وغیرها. اور اگر وہ موضوع ہیں تو اس کے متعلق ایک حکایت سے اندازہ لگائیں کہ اس پر عمل کرلیا جائے تو نیک نیت ہو تو ثواب کی امید کی جاسکتی ہے۔ چنانچہ امام حاکم وغیرہ لکھتے ہیں کہ ایک مرد زاہد و عابد تھا، لیکن احادیثِ موضوعہ در بارہء فضائل قرآن وفضائل سورۃ القرآن کے وضع کرنے کا بھی ماہر تھا۔ کسی نے اسے کہا کہ تم کیوں احادیث وضع کرتے ہو یہ تو گناہ ہے۔ اس نے جواب دیا کہ چونکہ لوگ قرآن پاک کی تعلیم اور اس کی تلاوت سے دور ہوتے جارہے ہیں اس لئے ارادہ ہوا کہ ان کے متعلق انہیں احادیث گھڑ کر قرآن مجید پڑھنے کی ترغیب و ترہیب دوں اگرچہ وضع سہی۔ اسے کہا گیا یہ تو حضور نبی پاک ﷺ کے ارشادِ گرامی کے صریح خلاف ہے،

کما قال النبی ﷺ من کذب علی متعمداً فلتبوء مقعده من النار.

''جس نے مجھ پر جھوٹ بہتان تراشا اسے چاہیے وہ اپنا گھر جہنم میں بنالے''۔ اس زاہد نے جواب دیا کہ میں حضور ﷺ پر بہتان تو نہیں تراشتا میں تو ان کے دین کے فائدہ کے لئے حدیث گھڑتا ہوں، آپ نے ''من کذب علی'' فرمایا ہے نہ کہ ''کَذَب لَهٗ'' اور میں الحمد للہ من کذب لهٗ کا مصداق ہوں۔ گویا اس زاہد و عابد نے یہ تاویل کرلی کہ وہ روایات وضع کرنا حرام ہیں جو اسلام کے قواعد اور شرع و احکام و اسلام کے فساد کا موجب ہوں اور میرا عمل تو دین اور شریعت کے احکام کے فائدہ کے لئے ہے بلکہ ان کی اتباع کی ترغیب ہے اور انہی کے طریقے پر چلنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

جائز جھوٹ بولنے کا قاعدہ

حضرت شیخ عزالدین بن عبدالسلام قدس سرہ فرماتے ہیں کہ گفتگو مقاصد کے حصول سے ہے لیکن ہر اچھے مقصود کو سچ اور جھوٹ سے حاصل کیا جاسکتا ہے مگر اس کے حصول میں جھوٹ بولنا حرام اور اشد حرام ہے ہاں اگر سوائے جھوٹ کے اس کا حصول ناممکن ہو تو ایسے مقام پر جھوٹ بولنا مُباح ہے۔

مسئلہ: اگر وہ مقصد مباح ہو تو اس کے لئے جھوٹ بولنا مباح اگر واجب ہے تو

واجب۔ یہ وہی قاعدہ کلیہ ہے جسے شیخ سعدی قدس سرہٗ نے یوں ادا فرمایا، ''خرد مندان گفتہ اند دروغ مصلحت آمیز جواز راست فتنہ انگیز۔

اور حضرت لطیفی نے فرمایا،

دروغیکہ جان ودلت خوش کند ﴿﴾ بہ از راستی کان مشوش کند

''وہ جھوٹ جو تیری جان اور دل کو خوش کرے اس سچ سے بہتر ہے جو تجھے پریشان کرے''۔

انتباہ: احادیثِ موضوعہ میں انسان کے لئے ضروری نہیں کہ ان پر خواہ مخواہ عمل کرے اگر اسے ناقلینِ روایت جو بہت بڑے اکابر محدثین ہوتے ہیں بالخصوص جلیل القدر تفاسیر میں مندرج ہوتی ہیں، پر حُسنِ ظن ہو کہ یہ حضرات جب اپنی تصانیف میں عام کلمہ بڑی سوچ بچار سے تحریر فرماتے ہیں تو روایتِ حدیث میں کس طرح تساہل کرتے۔ اس اعتبار سے ایسی احادیثِ موضوعہ پر عمل کر لے تو کوئی حرج نہیں اگر صرف بعض محدثین کے کہنے پر کہ یہ احادیثِ موضوعہ ہیں اگر عمل نہ کرے اور ان احادیث کے بتائے ہوئے بہت بڑے فوائد و منافع سے محروم ہو جائے تو اس کی اپنی مرضی۔ صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ کے اشارات و کنایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان احادیث پر عمل کر لینا چاہیے۔

قاعدہ: بہت سی روایات پر عام محدثین کا اتفاق ہو جاتا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے حالانکہ درحقیقت وہ حدیث صحیح نہیں ہوتی ان کی کسی روایت کی صحت پر اتفاق کر لینے سے وہ حدیث صحیح نہیں بن جاتی اس لئے کہ انسان خطاء و نسیان سے مرکب ہے اس روایت و دیگر جمیع احوال کا صحیح علم اللہ عزوجل کو ہوتا ہے۔

شیخ اکبر قدس سرہٗ کی تقریر

حضرت شیخ اکبر قدس سرہٗ الاکبر نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے کلام سنتے ہیں جو حدیث کے حکم کے صریح خلاف ہوتا ہے جسے عوام سمجھتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے کا اجتہاد ہے اس کا اجتہاد مبنی خطاء ہے لیکن اس بندہ خدا کو وہ حدیث شریف بذریعہ کشف حضور ﷺ سے حاصل نہیں ہوئی۔ اگرچہ اس کا حکم انہیں معلوم تھا لیکن وہ

بندہء خدا بہت بڑے مرتبے کا مالک ہے اس لئے وہ راویانِ حدیث پر اعتبار نہیں کرتا اس معنے پر کہ وہ راوی اگرچہ بہت بڑے عادل اور ثقہ سہی لیکن سہو ونسیان سے بَری نہیں ہوتے اور نہ ہی وہ مبدا تاویلات وتحریفات سے معصوم مانے جاتے ہیں لیکن وہ بندہء خدا مشاہدہ سے اپنی بات پر محکم ومضبوط ہوتا ہے۔ فلہٰذا اس کی بات کی روایت پر عمل کرنے والوں کو ملامت نہیں کی جاسکتی اگرچہ محدثین کے نزدیک حدیث موضوع قرار پائے گی اور شرعی احکام کا ترتب بھی انہی پر ہوگا۔ ان کشفی احادیث پر مسائل و احکام ترتب نہیں ہوسکے گا لیکن ان پر اعتراض بے جا ہے۔ (لیکن ایسے بندگانِ خدا عالمِ دنیا میں کالعنقاء ہیں البتہ مکروفریب کے جال پھیلانے والے لاتعدو لاتحصیٰ ہیں قادیانی نے کیا اور اس کے چیلے چانٹوں نے۔ اُویسی غفرلہٗ)

علاماتِ احادیثِ موضوعہ

(۱) تاریخ مشہور کے خلاف روایت ہو، یہ کہا جائے کہ ابنِ مسعود نے غزوہء صفین میں ایسے کیا، یہ غلط اسی لئے ہے کہ ابنِ مسعود تو حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں فوت ہوگئے۔ مندرج ذیل بھی اسی قسم سے ہے۔

درجمل چوں معاویہ بگریخت ﴿﴾ خون حلقے بے بہیدہ ریخت

''جنگِ جمل میں جب حضرت معاویہ بھاگ گئے تو بہت سی مخلوق کا خون بے کار بہا''
اس قسم کی من گھڑت حدیثیں ادنیٰ تامل اور ذرا سی تاریخی جستجو سے پہچانی جاسکتی ہیں۔

(۲) راوی رافضی ہو اور وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق حدیث بیان کرے، یا ناصبی ہو اور اہلبیت پر طعن کے سلسلے میں حدیث روایت کرے اسی طرح اور مثالیں ہیں لیکن یہاں یہ بات بھی لحاظ کے قابل ہے کہ اگر راوی روایت میں منفرد ہے تو اس کی حدیث کا کوئی اعتبار نہیں البتہ اگر وہ دوسرے بھی وہی روایت کرتے ہیں تو اس کی حدیث کو قبول کرنا چاہیے لیکن اس حدیث کی معقول توجیہ اور تاویل پر غور کرنا چاہیے۔

(۳) راوی ایسی بات روایت کرے جس کا جاننا اور اس پر عمل کرنا ہر مکلف پر فرض ہو اور وہ روایت میں منفرد ہو تو یہ حدیث کے جعلی اور راوی کے جھوٹے ہونے کا بڑا قرینہ ہے۔

(۴) وقت اور حالت ہی راوی کے جھوٹا ہونے کا قرینہ ہو، جیسے غیاث بن میمون کا

واقعہ ہے کہ وہ مہدی خلیفہء عباسی کی مجلس میں حاضر ہوااور وہؔ اس وقت کبوتر اڑانے میں مشغول تھااس نے یہ دیکھ کرفوراًیہ حدیث بیان کی، سَبَقَ اِلا فِی خُفٍ اَو حَافِرٍ اَو جَنَاحٍ ، یعنی بازی جائزنہیں مگراونٹ، تیتر، گھوڑے اور پرندہ میں۔

اس نے محض مہدی کی خوشامد میں ''جناحٍ'' کالفظ اپنی طرف سے بڑھادیا۔

(۵) روایت عقل وشرع کے مقتضی کے خلاف ہواور قواعدِ شرعیہ اس کی تکذیب کریں جیسے قضائے عمری یااسی جیسی باتیں یاجیسے روایت کرتے ہیں کہ لا تا کلو االبطیخ حتیٰ تذ بحوھا، جب تک خربوزے کوتراش نہ لو، نہ کھاؤ۔

(٦) حدیث میں ایساحسی واقعی قصہ مذکور ہوکہ اگرفی الواقع وہ پایاجاتاتوہزاروں آدمی اس کونقل کرتے، مثال کے طور پرایک شخص روایت کرتاہے کہ آج بروزجمعہ خطیب کو برسرِ منبر قتل کرڈالااوراس کی کھال کھینچ لی، اوراس واقعہ کاراوی اس روایت میں منفرداور تنہاہےاوردوسراکوئی راوی نہیں۔

(۷) لفظ اور معنی کارکیک ہونا، مثلاً ایسے لفظ سے روایت کرے جو بلحاظ قواعدِ عربیہ درست نہ ہویااس کے معنی رسالت اوروقارِنبوت کے مناسب نہ ہوں۔

(۸) صغیرہ گناہ میں ڈرانے میں حد سے زیادہ مبالغہ کیاگیاہو، یاتھوڑے سے عمل پرحد سے زیادہ ثواب کا مستحق قراردیاگیاہو،جیساکہ کہاگیاہے:

من صلیٰ رکعتین فلهٗ سبعون الف دارٍ و فی کل دار سبعون الف بیت وفی کل بیت سبعون الف سریر وعلیٰ کل سریر سبعون الف جاریة.

''جس نے دورکعت نماز پڑھی اس کے لئے سَتر (۷۰) ہزار مکان ہیں اور ہر مکان میں سَتر (۷۰) ہزار کمرے ہیں اور ہر کمرے میں سَتر (۷۰) ہزار تخت ہیں اور ہر تخت پرسَتر ہزارلونڈیاں ہیں''۔

اس قسم کی اکثر حدیثیں خواہ ثواب کے متعلق ہوں یاعذاب کے انہیں جعلی اور موضوع سمجھناچاہیے۔

(۹) ذراسے عمل اور معمولی سے کام پرحج وعمرہ کے ثواب کی امید دلانا۔

(۱۰) خیر کے کام کرنے والوں کو یہ خوشخبری دینااوران سے یہ وعدہ کرناکہ انہیں انبیاء علیہم السلام کاساثواب ملے گا، یایہ کہے کہ سَتر نبیوں کاساثواب پائے گا، یااسی قسم کی

بہت سی باتیں کرنا۔

(۱۱) راوی نے حدیث کے وضع کرنے کا خود اقرار کیا ہو جس طرح نوح بن ابی عصمہ کے ساتھ واقعہ پیش آیا ہے کہ اس نے قرآن کی ہر ایک سورت کی فضیلت میں حدیثیں گھڑیں اور انہیں رواج اور شہرت دی ہے جیسا کہ بیضاوی میں ہر سورت کے آخر میں اس کے فضائل کو بیان کیا گیا ہے۔ جب نوح بن ابی عصمہ کو پکڑا گیا اور صحتِ سند کے بارے میں اس سے پوچھا گیا تو اس نے اعتراف کیا کہ ان حدیثوں کے وضع کرنے سے میری نیت خیر کی تھی کیونکہ میں نے جب یہ دیکھا کہ قرآن کو چھوڑ کر لوگ تاریخ، تفسیر اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ میں مشغول ہیں تو لوگوں کو ترغیب دینے کی غرض سے میں نے ان حدیثوں کو گھڑا تا کہ علومِ قرآن کی طرف ان کا رجحان بڑھے اور ثواب کے اعتقاد سے تلاوتِ قرآن اور اس کے درس میں مشغول ہوں۔ حالانکہ اس کا یہ عذر گناہ سے بھی بدتر تھا، کیوں کہ فضائلِ قرآن میں جو صحیح حدیثیں وارد ہیں ترغیب کے لئے وہی کافی ہیں۔ اسی طرح تمبا کو، حقہ اور قہوہ کے متعلق بہت سی حدیثیں گھڑی گئیں ہیں، جن کے الفاظ اور معنی کی رکاکت ظاہر اور واضح ہے۔ حدیثیں وضع کرنے والے کچھ کم نہیں ہوئے ہیں اور اسی طرح ان کی اغراض بھی مختلف تھیں، مثلاً زندیقوں کا فرقہ، ان کے پیشِ نظر محض شریعت کو باطل قرار دینا اور اس کا مذاق اڑانا تھا، چنانچہ ابن الراوندی نے یہ حدیث گھڑی تھی، **الباذنجان لما اکل لہٗ**، یعنی بیگن سے غرض یہ ہے کہ اس کو کھایا جائے۔

اور اس سے اُس کی غرض محض شریعت کا مذاق اُڑانا تھا، اور دراصل اِس حدیث پر تعریض کرنا ہے، **القرآن لما قری ءلہٗ وماء زمزم لما شرب لہٗ.** قرآن اسی لئے ہے کہ اُس کو پڑھا جائے اور آبِ زمزم اسی لئے ہے کہ اُس کو پیا جائے۔

اہلِ علم نے کہا ہے کہ زندیقوں کی چودہ ہزار حدیثیں مشہور ہو چکی ہیں، یہ اہلِ بدعت اور خواہشات کے بندے محض اپنے مذہب کی نصرت اور مخالف کے مذہب پر طعن کرنے کے لئے اس عمل کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اور رافضی، ناصبی اور کرامیہ تو اس عمل میں سب پر سبقت لے گئے ہیں، خارجی، معتزلہ اور زیدیہ تو پھر بھی اس امر قبیح کے اس قدر مرتکب نہیں ہوئے ہیں۔

جاتا ہے کہ آپ مع نعلین برعرش کے قائل نہیں ۔ روایت کا موضوع ہونا اور بات ہے اور نفس مسئلہ شے دیگر۔ اسی لئے اعلیٰحضرت مع نعلین برعرش کے منکر نہیں ۔ تفصیل فقیر نے رسالہ ''عرشیه'' میں عرض کردی ہے۔ (اویسی غفرلہٗ)

(۳) عرض : شبِ معراج جب براق حاضر کیا گیا، حضور آبدیدہ ہوئے۔ حضرت جبریل نے سبب پوچھا، فرمایا آج میں براق پر جارہا ہوں کل قیامت کے دن میری اُمت برہنہ پاپُل صراط کی راہ طے کرے گی۔ یہ تقاضائے محبت وشفقت اُمت کے موافق نہیں ۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہوا یوں ہی ایک ایک براق بروزِ حشر تمہارے ہر اُمتی کی قبر پر بھیجیں گے۔ یہ روایت صحیح ہے یا نہیں؟

ارشاد: بالکل بے اصل ہے، ایسی ہی اور بہت سی روایات بالکل بے اصل وبیہودہ ہیں کیا کہا جائے۔ (الملفوظ، ج ۲، ص۹۲)

(۴) مسئلہ: مولیٰ علی نے لال کافر کو مارا اور وہ بھاگا اور ہنوز زندہ ہے، آیا اس کی خبر حدیث سے ہے اور کب تک زندہ رہے گا اور پھر ایمان لائے گا یا نہیں؟

الجواب: یہ بے اصل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (احکام شریعت، ص۲۰)

(۵) مسئلہ : داستانِ امیر حمزہ میں جو عمرو عیار کا ذکر ہے یہ عمرو کون ہیں اور ان کی نسبت اس لفظ کا اطلاق کیسا ہے؟

الجواب: سیدنا عمرو بن اُمیہ ضمری رضی اللہ عنہ اَجلہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ہیں۔ فیضی بے فیض نے جب داستان حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ گڑھا اس میں جہاں صدہا کارِ ناشائستہ اور اطوارِ نابائستہ مثلاً مہر نگار دختر نوشیرواں پر فریفتہ ہوکر راتوں کو اس کے محل پر کمند ڈال کر جانا اور معاذ اللہ صحبتیں گرم رکھنا، عمِ مکرم حضور پُر نور سیدِ عالم ﷺ اسد اللہ واسدِ رسول سیدنا حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف نسبت کئے یوں ہی ہزار ہا شہد پن اور مسخرگی کے بیہودہ جتن ان صحابی جلیل رضی اللہ عنہ کی جانب منسوب کر دیئے اور انہیں معاذ اللہ عیار و دُزد طرار کے لقب دے کر بحیلہ ء داستان جاہل بے تبرائی بنائے ۔ یہ اس مُردک کی ناپاک بیبا کی اور بیباک ناپاکی اور خدا اور رسول پر سخت جرات تھی ۔ مسلمانوں کو ان شیطانی قصوں خصوصاً ان ناپاک لفظوں سے احتراز لازم ہے۔

(احکام شریعت، ج ۳، ص ۳۲۳)

(۶) سوال: اب ایک حکایت بیان کرتا ہوں۔ دلیل الاحسان مطبع مصطفائی لاہور، تصنیف مولوی معنوی میاں عبداللہ متوطن ملتان صفحہ نمبر ۶۔

نقل است کہ روزے پیغمبر ﷺ در مسجد مدینہ منورہ نشستہ بودند و با تمامی اصحابانِ صغار و کبار وعظ و حدیث شریف بیان می فرمودند کہ وحی جبریل علیہ السلام در خدمت پیغمبر ﷺ در آمد۔

پیغمبر ﷺ از سبب بیان حدیث و وعظ بطرف وحی جبریل علیہ السلام متوجہ نشدند و وحی علیہ السلام در دل خود وسوسہ و کدورت بسیار در خاطر کرند۔ گفت عجب است کہ کلام ربانی از جانب باری تعالیٰ بہ آنحضرت میرسانم الحال بمن التفات نکردند ہموں وقت حضرت را از روئے کشف باطنی معلوم و مفہوم شد کہ بہ خاطر جبرئیل علیہ السلام کدورت گذشت پس جبرئیل علیہ السلام را نزد خود طلبیدہ پرسید کہ اے اخی جبرئیل کلامِ ربانی از کدام مقام بگوش میرسید گفت یا رسول اللہ ﷺ بالائے عرش یک قبہ نور است بمثلِ حجرہ دراں جا یک سوراخ است از انجا بگوش من آواز می رسد حضرت رسول علیہ السلام فرمود باز نزد آں قبہ برو از اں جا خبر گرفتہ زود بمن برساں۔ لیکن اندرون قبہ نزدی چوں مہتر جبرئیل علیہ السلام بموجب فرمودہء رسول اللہ ﷺ باز رفت و اندرونِ قبہ در آمد چہ بیند کہ اندرونِ قبہ نورِ محمد ﷺ است و حضرت خود نشستہ اند و الحال مہتر جبرئیل علیہ السلام باز بہ جلدی پرواز فرمود و بر زمین ورود بنمود چہ بیند کہ رسولِ خدا ﷺ در ہمون مکان با صحابان در حدیث و وعظ مشغول اند۔ جبرئیل علیہ السلام از معائنہ ایں حال متعجب براند و حیران گشت و شرمناک شدہ گفت کہ اے خدایا از من خطا شدہ مارا معاف فرمایند۔

اب عرض یہ ہے کہ یہ نقل اہلسنت والجماعت کے نزدیک صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ! جل وعلا و ﷺ، اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ واشہد ان محمد اعبدہٗ ورسولہ عز جلالہ و علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام. اس کے ظاہر سے عوام جہال کے خیال میں آئے وہ تو صاف صاف حضورِ اقدس ﷺ کو معاذ اللہ خدا کہنا ہے۔ اس

کے کفرِ صریح ہونے میں شک کیا ہے۔

حضورِ اقدس ﷺ نے ہزاروں طرح جس کا انسداد فرمایا ہے۔ مسیح علیہ السلام کی امت ان کے کمالاتِ عالیہ دیکھ کر حد سے گذری۔ اور ان کو خدا کا بیٹا کہہ کر کافر ہوئی۔ ہمارے حضور سیدِ عالم ﷺ کے کمالاتِ اعلیٰ کے برابر کس کے کمالات ہو سکتے ہیں، جس کے کمالات ہیں سب حضور ہی کے کمالات کے پرتو وظلال ہیں۔۔۔ "من راٰنی فقد رای الحق"، جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا، توان تجلیوں کے سامنے کون تھا جو " ھذا ربی ھذا اکبر" نہ بول اٹھتا؟

لہٰذا حضورِ اقدس بالمؤمنین رؤف رحیم (ﷺ) کی رحمت نے اپنی امت کے حفظِ ایمان کے لئے ہر آن ہر ادا سے اپنی عبدیت اور اپنے رب عزوجل کی الوہیت ظاہر فرمادی۔ کلمہ شہادت میں رسولہ سے پہلے عبدہٗ رکھا کہ اس کے بندے ہیں اور اس کے رسول۔

بالجملہ رسول اللہ ﷺ باعتبارِ حقیقتِ محمدیہ علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیہ جس طور پر ہم نے تقریر کی اس مرتبہ اور اس سے بدرجہا زائد کے لائق ہیں، مگر یہ واقعہ غلط اور باطل ہے۔ بغیر رد کے اس کا بیان حرام ہے۔ (ملخصاً فتاویٰ افریقہ، ص ۴۰)

(۷) ایک سائل نے متعدد سوال کے ساتھ ایک سوال اس طرح کیا،

ایک روز جبرئیل علیہ السلام حضور سرورِ کائنات ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے اخی! تم کو اپنے مقام سے یہاں تک آنے میں کتنا وقفہ ہوتا ہے؟ عرض کیا! حضور دستارِ مبارک کا پیچ تمام نہیں فرمانے پائیں گے کہ غلام اپنے مقام سے یہاں حاضر ہو جائے گا۔ آنخضرت ﷺ نے فرمایا کہ جہاں سے تم کو حکم ملتا ہے وہاں پردہ پڑا ہوا ہے، جاؤ اس کو اٹھا کر دیکھو۔

ادھر آنخضرت ﷺ نے دستارِ مبارک زیبِ سر فرمانا شروع کی، جبریل علیہ السلام نے مقام مذکورہ پر پردہ اٹھا کر دیکھا تو حضور پٹکا زیبِ سر فرما رہے ہیں۔ پھر زمین پر آکر اسی طرح پٹکا زیبِ سر فرماتے ہوئے دیکھا۔ اسی استعجاب میں چند مرتبہ آئے گئے۔ حیران ہو کر عرض کیا حضور مجھے کیوں دوڑایا جاتا ہے جب یہاں بھی آپ اور وہاں بھی آپ!

اس کے جواب میں فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں،

یہ روایت محض کذب و باطل و مردود و موضوع و افتراء اور اختراع ہے۔ قاتل اللہ واضعھا۔ اور اس کا ظاہر سخت کفر ملعون ہے۔ ایسے تمام مضامین کا پڑھنا سننا حرام ہے۔ واللہ سبحانہٗ و تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ رضویہ، ج ۶، ص ۳۲۹)

(۸) سوال : اس مقام پر ایک حکایت بیان کرتا ہوں۔ دلیل الاحسان حسبِ فرمائش حاجی چراغ دین و سراج الدین تاجر کتب لاہور، در مطبع مصطفائی لاہور طبع شُد۔

باب سوم، در فضیلت چہار یار رضی اللہ عنہم روزے حضرت شاہِ مرداں علی کرم اللہ وجہہ بطرف گورستان رفت واستادہ شد۔ دیدند کہ ایک شخص از عذابِ قبر فریاد می کند، فوقی نار و تحتی نار و یمینی نار و یساری نار امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ چوں اور ادراں احوال دیدند کہ در عذابِ قبر گرفتار است بروے رحم فرمودہ و ہمانجا وضو ساختہ صد رکعت نماز نفل گذاردہ و سہ ختمِ قرآن تمام کردہ۔ ثواب آں رابروح آں میت بخشیدند۔ لیکن ہرگز عذاب رفع نہ شُد۔ پس حضرت علی کرم اللہ وجہہ دریں احوال متفکر و حیران ماندند کہ ایں بندہ رابسیار گناہ در پیش آمدہ کہ دعائے من قبول نمی شود و خلاصی اواز عذاب نمی گردد و حضرت علی کرم اللہ وجہہ از انجا برخاستہ بہ پیش پیغمبر ﷺ آمدہ دورانِ زماں آنحضرت ﷺ اندرونِ حجرہ نشستہ بودند کہ احوالِ آں میت حضرت علی کرم اللہ وجہہ بیان فرمود کہ یا رسول اللہ ﷺ امروز بطرف گورستان رفتہ بودم کہ شخصے از عذابِ قبر فریاد میکند من صد رکعت نماز نفل گذاردہ و سہ ختم قرآن مجید کردہ بروحِ آں میت بخشیدم لیکن آں میت بعذاب گرفتار بماند و عذاب او رفع نہ شُد چوں رسولِ کریم ﷺ از زبانِ علی کرم اللہ وجہہ ایں چنیں احوال شنیدند ہر چند کہ در حرم شریف خوش وقت نشستہ بودند زود از استماع ایں احوال بیقرار شُدہ بطرف گورستان رواں شدند فرمودند کہ یا علی رضی اللہ عنہ ہمراہ من بیائید و آں قبر مرا نمائید تا احوال آں میت بہ بینم امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ آنحضرت را در آنجا بردند چوں رسولِ خدا ﷺ دراں قبرستان تشریف آوردند چہ بینند کہ آں میت را عذاب نمی شود ہر چند تفحص کردند نیافتند حضرت

علی رضی اللہ عنہ را فرمودند مگر آں قبر از شما سہو ونسیان شدہ باشد آں قبر دیگر خواہد بود حضرت علی رضی اللہ عنہ گفت یا رسول اللہ ﷺ ہمیں قبرست من آثار کردہ رفتہ بود ہماں نشانی ست پس آنجا حضرت رسالت پناہ با حضرت علی کرم اللہ وجہہ معائنہ می فردند کہ جبریل از درگاہِ رب العٰلمین بطرف سید المرسلین نازل شُدہ گفت اے پیغمبر علیہ السلام خدائے تعالیٰ ترا اسلام میرساند بعدہٗ می فرماید کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ راست می گوید کہ قبر آں بندہ ہمیں است لیکن الحال صدیق اکبر رضی اللہ عنہ برائے عبادت ونماز وضو ساخرہ بودند بعدہٗ شانہ بر ریش مبارک خود کردہ بودند چنانچہ یک مُوئے از ریش مبارک جدا شدہ بود چوں باد آں موئے را بر اں قبر انداختہ از برکت آں موئے مبارک صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) تمامی گورستان را حق تعالیٰ بخشیدہ وآمرزیدہ است پس اے مؤمن ہر گاہ حق تعالیٰ در موئے ایشاں چندیں برکت فرمودہ پس ہزار لعنت بر جان رافضی کہ در حق ایشاں گلہ کند یا چیزے دیگر گوید پس ہر مؤمن را لازم ست کہ چوں اسمِ مبارک صدیقِ اکبر بشنود از دل وجان فدا شُدہ بگوید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

مولانا صاحب! یہ حکایت صحیح ہے یا نہیں اور اہلسنت کو ضروری ہے یا نہیں یہ فضلیت بیان کرنا۔ یہاں پر زید صاحب کو اعتراض بڑا گذرا ہے کہ یہاں اس حکایت کے بیان سے جناب سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مرتبہ کم کرنا اور سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مرتبہ زیادہ کرنا ہے۔ وجہ یہ زید صاحب بتاتے ہیں کہ جناب سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے سو رکعت نماز پڑھی اور تین ختم قرآن شریف کا ثواب بخشا اور دعا مانگی پھر ان کی دعا کیسے رد ہو اور ایک بال کی برکت سے اللہ عزوجل بخش دے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مرتبہ صاف کم کرنا ہے۔ یہ قول زید کا باطل ہے یا نہیں۔ اہلسنت کے نزدیک مگر شاید زید صاحب کو یہ خبر نہ ہوگی کہ اللہ عزوجل ایسا زبردست ہے کہ ایک کو ایک پر فضیلت و بزرگی دیتا ہے۔

ہاں دیکھو تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے، **تلک الرسل فضلنا بعضھم علیٰ بعض منھم من کلم اللہ ورفع بعضھم درجٰت** ط "یہ پیغمبر ہیں کہ بزرگی دی ہم نے بعض ان کے کو اوپر بعض کے، ان میں سے بعض وہ ہیں کہ باتیں کی اللہ نے ان سے اور بعض ان کے کو درجوں بلند کیا"۔ یا اللہ ہمارے مولانا صاحب کی

زندگی میں برکت دے۔ آمین

الجواب: یہ حکایت محض باطل و بے اصل ہے۔ زید کی مراد مرتبہ کم کرنے سے اگر یہ ہے کہ صدیقِ اکبر مولیٰ علی سے افضل ٹھہرے جاتے ہیں (رضی اللہ عنہما) تو یہ بلاشبہ اہلسنت کا عقیدہ ہے اگر چہ اس حکایت کو اس سے بھی بحث نہیں وہ تو آیات واحادیث واجماع سے ثابت ہے۔

اور اگر یہ مقصود کہ معاذ اللہ اس میں مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کی توہین لازم آتی ہے تو صریح باطل ہے۔

یہ حکایت اگر صحیح بھی ہو تو دعا کا مقصود اس میت کا عذاب سے نجات پانا تھا وہ بہت زیادہ ہو کر حاصل ہوا کہ تمام گورستان بخشا گیا مولیٰ علی کی دعا ہی کا اثر ہوا کہ صدیق کا مُوئے مبارک ہوا وہاں لے گئی جس سے سب کی مغفرت ہوگئی تو یہ ردِ دعا ہوا یا اعلیٰ درجہ کا قبول۔ اور فرض کیجئے کہ حکمتِ الٰہی نے اس وقت دعائے امیر المؤمنین علی کو قبول کر کے تیسرے اعلیٰ مرتبے میں رکھا یعنی آخرت میں اس کا ثواب ذخیرہ فرمایا (کہ قبولِ دعا کے تین مرتبے ہیں، (۱) جو مانگا مل جانا (۲) اس کے برابر بلا کا دفع ہونا، یہ اس سے بہتر ہے۔ (۳) اس کا ثواب آخرت کے لئے جمع رہنا، یہ سب سے اعلیٰ ہے۔) اور اس مُوئے مبارک کو ذریعۂ مغفرت کر دیا کہ وہ کریم مسلمان کی پیری سے حیا فرماتا ہے اور مسلمان بھی کون سا سردارِ جملہ مسلمین ابوبکر صدیق (جن کی نسبت حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی پیری کو اپنی اُمت کی مغفرت کے لئے وسیلہ کیا کہ الٰہی ابوبکر کا صدقہ میری اُمت کے بوڑھوں کو بخش دے) تو اس میں معاذ اللہ امیر المؤمنین علی کی کیا توہین ہوئی مگر جاہلانہ مَت سب سے جدا ہوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ افریقہ، ص ۱۴۸ تا ۱۵۱)

(۹) اول: ایک رسالہ میں لکھا ہے کہ شبِ معراج میں حضرت ﷺ کو حضرت پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ نے عرشِ معلّٰی پر اپنے اوپر سوار کر کے پہنچایا۔ یا کاندھا دے کر اوپر جانے کی معاونت کی یعنی یہ کام اوپر جانے کا براق اور جبریل علیہ السلام اور رسولِ کریم ﷺ سے انجام کو نہ پہنچا، حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مہم سرانجام کو پہنچائی۔

دوسری : یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے اگر میرے بعد نبی ہوتا تو پیرانِ پیر ہوتے۔

تیسری : یہ کہ زنبیل ارواح کی عزرائیل علیہ السلام سے حضرت پیرانِ پیر نے چھین لی تھی۔

چوتھی : یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی روح کو دودھ پلایا ہے۔

پانچویں : اکثر عوام کے عقیدہ میں یہ بات جمی ہوئی ہے کہ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ مرتبہ رکھتے ہیں۔ ان اقوال کا کیا حال ہے مفصل بیان فرما کر اجرِ عظیم اور ثوابِ کریم پائیں اور رفع نزع بین الفریقین فرمادیں۔

الجواب: **اللھم لک الحمد،** فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ کلمات چند مجمل وسودمند گذارش کرے کہ اگر چہ فریقین میں کسی کو پسند نہ آئیں مگر بعونہٖ تعالیٰ حق وانصاف ان سے متجاوز نہیں۔ **والحق بالحق ان یتبع واللہ الھادی الیٰ صراط مستقیم۔**

یہ قول کہ اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو حضور غوثِ پاک رضی اللہ عنہ نبی ہوتے اگر چہ اپنے مفہومِ شرطی پر صحیح وجائز الاطلاق ہے کہ بے شک مرتبہ عُلیہ رفیعہ حضور پُرنور رضی اللہ عنہ تِلوِ مرتبہ ءِ نبوت ہے خود حضور معلّٰی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو قدم میرے جدِ اکرم ﷺ نے اٹھایا، میں نے وہیں قدم رکھا۔ سوا اقدامِ نبوت کے کہ ان میں غیر نبی کا حصہ نہیں۔

از نبی برداشتن گام از تو بنہادن قدم ❁ غیر اقدام النبوۃ سد مشاہ الختام

اور جواز اطلاق یوں کہ خود حدیث میں امیر المؤمنین عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے لئے وارد، **لو کان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب** ''میرے بعد نبی ہوتا تو عمر ہوتا''۔ رواہ احمد والترمذی والحاکم عن عقبہ بن عامر والطبرانی عن عصمۃ بن مالک

دوسری حدیث میں حضرت ابراہیم صاحبزادہ ءِ حضورِ اقدس سید المرسلین

ﷺ کے لئے وارد، لو عاش ابراھیم لکان صدیقاً نبیا ''اگر جیتے تو صدیق و پیغمبر ہوتے''۔ رواہ ابن عساکر عن جابر بن عبداللہ و عن عبداللہ بن عباس و عن ابی اوفی والباوردی عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

علماء نے امام ابو محمد جوینی قدس سرہٗ کی نسبت کہا ہے کہ اگر اب کوئی نبی ہو سکتا تو وہ ہوتے۔ امام ابنِ حجر مکی اپنے فتاویٰ حدیثیہ میں فرماتے ہیں، قال فی شرح المھذب نقلاً عن الشیخ الامام المجمع علی جلالتہٖ و صلاحہٖ و امامتہٖ ابی محمد الجوینی قیل فی ترجمتہٖ لو جاز ان یبعث اللہ فی ھذہالامتہ نبیا لکان ابا محمد الجوینی.

مگر ہر حدیث حق ہے اور ہر حق حدیث نہیں، حدیث ماننے اور حضورِ اکرم ﷺ کی طرف نسبت کرنے کے لئے ثبوت چاہیئے بے ثبوت نسبت جائز نہیں اور قول مذکور ثابت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حضرت اُمّ المؤمنین محبوبہ ٔ سید المرسلین ﷺ کا روحِ اقدس سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کو دودھ پلانا، بعض مداحینِ حضور اسے واقعہ ٔ خواب بیان کرتے ہیں۔ کما رأیت فی بعض کتبھم التصریح بذا لک ۔ اس تقدیر پر تو اصلاً وجہ استبعاد نہیں اور اب جو کچھ اس پر ایراد کیا گیا سب بے جا و بے محل ہے اور اگر بیداری ہی میں مانا جاتا تا ہم بلا شبہ عقلاً ممکن اور شرعاً جائز اور اس میں کوئی بھی استحالہ درکنار استبعاد بھی نہیں۔ ان اللہ علیٰ کل شیءٍ قدیر . نہ ظاہر میں حضرت اُمُ المؤمنین کے پاس شیر نہ ہوتا کچھ اس کے منافی کہ امور خارقہ للعادت اسبابِ ظاہریہ پر موقوف نہیں، نہ روح عامہ ٔ متکلمین کے نزدیک مجردات سے ہے۔ اور فی نفسہٖ مادیہ نہ سہی تا ہم مادہ سے اس کا تعلق بدیہی جسم شہادت میں منحصر جسم مثالی بھی کوئی چیز ہے کہ ہزاروں احادیثِ برزخ وغیرہ اس پر گواہ کیف ما کان۔ شک نہیں کہ روح مفارق کی طرف نصوصِ متواترہ میں نزول وصعود ووضع وتمکن وغیرہا اعراض جسم وجسمانیات قطعاً منسوب اور وہ نسبتیں اہلِ حق کے نزدیک ظاہر پر محمول۔

یالیت شعری جب ارواح شہداء کا میوہ ہائے جنت کھانا ثابت، الترمذی عن کعب بن مالک قال قال رسول اللہ ﷺ ان ارواح الشھداء فی طیر

خضر تعلق من ثمر الجنته. بلکہ دوسری روایت میں ارواح مؤمنین کے لئے یہی ارشاد، الامام احمد عن الامام الشافعی عن الامام مالک عن الزھری عن عبد الرحمٰن بن کعب بن مالک عن ابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی ﷺ تسمة المؤمن طائر یعلق فی شجر الجنة حتیٰ یر جعه الله الیٰ جسده یوم یبعثهٗ. تو دودھ پینے میں کیا استحالہ ہے حال روح بعد فراق و پیش از تعلق میں فارق کیا ہے۔ آخر حضرت ابراہیم علیٰ ابیہ وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے لئے صحیح حدیث میں ہے کہ جنت میں دو (۲) دایہ ان کی مدتِ رضاعت پوری کرتی ہیں۔ احمد و مسلم عن انس رضی الله عنه عن النبی ﷺ ان ابراهیم ابنی وانه مات فی الثدی وان لهٗ ظئرین یکملان رضاعهٗ فی الجنة.

بایں ہمہ یہ باتیں نافیٔ استحالہ ہیں نہ مثبتِ وقوع، قول بالوقوع تاوقتیکہ نقل ثابت نہ ہو جزاف و بے اصل ہے۔ والله تعالیٰ اعلم

نہ، زنبیلِ ارواح چھین لینا خرافاتِ مخترعہ جہال سے ہے، سیدنا عزرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام رُسلِ ملائکہ سے ہیں اور رُسلِ ملائکہ اولیاء بشر سے بالا جماع افضل، مسلمان کو ایسے اباطیل واہیہ سے احتراز لازم۔ واللہ الہادی

تنبیہ: بنائے انکار یہ طرزِ ادا ہے ورنہ ممکن کہ سیدنا عزرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کچھ روحیں بامرِ الٰہی قبض فرمائی ہوں اور حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کی دعا سے باذنِ الٰہی پھر اپنے اجسام کی طرف پلٹ آئی ہوں۔ احیاء مردہ حضور پُر نور و دیگر محبوبانِ خدا سے ایسا ثابت کہ جس کے انکار کی گنجائش نہیں۔ یونہی ممکن کہ حضرت ملک الموت نے بنظر صحائف محو و اثبات قبض بعض ارواح شروع کیا، اور علمِ الٰہی میں قضا نے ابرام نہ پایا تھا، بہ برکت دعائے محبوب رضی اللہ عنہ قبض سے بعض رکھے گئے ہوں۔ امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہٗ الربانی کتابِ مستطاب "لواقح الانوار" میں حالات حضرت سیدی شیخ محمد شربینی قدس سرہٗ میں لکھتے ہیں، لما ضعف ولده احمد و اشرف علی الموت وحضر عزرائیل لقبض روحه قال له الشیخ ارجع الیٰ ربک فراجعه فان الامر نسخ فرجع عزرائیل وشفا احمد من تلک الضعفة وعاش بعد

ھا ثلثین عاما. یعنی جب ان کے صاحبزادے احمد ناتواں ہو کر قریب المرگ ہوئے اور حضرت عزرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی روح قبض کرنے آئے، حضرت شیخ نے ان سے گذارش کی کہ اپنے رب کی طرف واپس جایئے اس سے پوچھ لیجئے کہ حکمِ موت منسوخ ہو چکا ہے۔ عزرائیل علیہ السلام پلٹ گئے، صاحب زادہ نے شِفا پائی اور اس کے بعد تیس برس زندہ رہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

یونہی جس کا عقیدہ ہو کہ حضور پُر نور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ حضرت جناب افضل الاولیاء المحمدیین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے افضل یا ان کے ہمسر ہیں گمراہ بد مذہب ہے، سبحان اللہ! اہلسنت کا اجماع ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، امام الاولیاء مرجع العرفاء امیر المؤمنین مولی المسلمین سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے بھی اکرم وافضل واتم واکمل ہیں جو اس کا خلاف کرے اسے بدعتی، شیعی رافضی مانتے ہیں نہ کہ حضور غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کو تفضیل دینی، معاذ اللہ انکار آیات قرآنیہ و احادیثِ صیحہ وخرق اجماع اُمتِ مرحومہ ہے۔

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

یہ مسکین اپنے زعم میں سمجھا کہ میں نے حقِ محبت حضور پُر نور سلطان غوثیت رضی اللہ عنہ کا ادا کیا کہ حضور کو مَلک مقرب پر غالب یا افضل الصحابہ سے افضل بتایا حالانکہ ان بیہودہ کلمات سے پہلے بیزار ہونے والے حضور سیدنا غوث الاعظم ہیں۔

رضی اللہ عنہ، **وباللہ التوفیق**

رہا شبِ معراج میں روحِ پُر فتوح حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کا حاضر ہو کر پائے اقدس حضور پُر نور سید عالم ﷺ کے نیچے گردن رکھنا اور وقتِ رکوبِ براق یا صعودِ عرش زینہ بننا۔ شرعاً و عقلاً اس میں کوئی استحالہ نہیں۔ سدرۃ المنتہیٰ اگر منتہائے عروج ہے تو باعتبارِ اجسام نہ بہ نظر ارواح عروج روحانی ہزاروں اکابر اولیاء کو عرش بلکہ مافوق العرش تک ثابت ووا قع جس کا انکار نہ کرے گا مگر علومِ اولیاء کا منکر، بلکہ باوضو سونے والے کے لئے حدیث میں وارد کہ اس کی روح عرش تک بلند کی جاتی ہے ایسا ہی سجدہ میں سو جانے والے کے حق میں آیا، نہ اس قصے میں معاذ اللہ کوئی بُوئے تفضیل یا ہمسری حضور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے لئے نکلتی ہے نہ اس کی عبارت یا

اشارت سے کوئی ذہنِ سلیم اس طرف جا سکتا ہے کیا عجب سواری براق سے بھی یہی معنی تراشے جائیں کہ یہ اوپر جانے کا کام حضرت جبرئیل علیہ السلام اور رسولِ کریم ﷺ سے انجام کو نہ پہنچا براق نے یہ مہم سر انجام کو پہنچائی تو در پردہ اس میں براق کو تفضیل دینا لازم آتا ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ بہ نفسِ نفیس نہ پہنچ سکے اور براق پہنچ گیا اس کے ذریعے سے حضور کی رسائی ہوئی۔ نعوذ باللہ تعالیٰ منہ، یا ہٰذا خدمت کے افعال جو بہ نظر تعظیم و اجلال سلاطین بجالائے جاتے ہیں کیا ان کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ بادشاہ ان امور میں عاجز اور ہمارا محتاج ہے علاوہ بریں کسی بلندی پر جانے کے لئے زینہ بننے سے یہ کیونکر مفہوم کہ زینہ بننے والا خود بے زینہ وصول پر قادر، نردبان ہی کو دیکھئے کہ زینہ صعود ہے اور اصلاً صعود پر قادر نہیں۔

فرض کیجئے اگر ہنگامِ بُت شکنی حضرت امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی عرض قبول فرمائی جاتی۔ اور حضور پُر نور افضل صلوٰۃ اللہ تعالیٰ و اکمل تسلیماتہ علیہ وعلیٰ آلہ ان کے دوش مبارک پر قدمِ اکرم رکھ کر بُت گراتے تو کیا اس کا یہ مفاد ہوتا کہ حضورِ اقدس ﷺ تو معاذ اللہ اس کام میں عاجز اور حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ قادر تھے۔ غرض ایسے معنی محال ہرگز عبارت قصہ سے مستفاد نہ اس کے قائلین بے چاروں کو مراد و اللہ الهادی الیٰ سبیل الرشاد.

یہ بیان تو ابطال استحالہ و اثباتِ صحت بمعنی امکان کے متعلق تھا، رہا اس بیان روایت کی نسبت بقیہ کلام وہ فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہٗ کے مجلد دوم "العطایا النبویہ فی فتاوی الرضویہ" کتاب مسائل شتی 'میں مذکور، کہ یہ سوال بھی اوجین سے آیا اور اس کا جواب قدرے مفصل دیا گیا تھا۔ خلاصہ مقصد اس کا مع بعض زیاداتِ جدیدہ نفیسہ یہ کہ اس کی اصل کلمات بعض مشائخ میں مسطور اور اس میں عقلی و شرعی کوئی استحالہ نہیں بلکہ احادیث و اقوال اولیاء و علماء میں متعدد بندگانِ خدا کے لئے ایسا حضورِ روحانی وارد۔

مسلم اپنی صحیح اور ابو داؤد طیالسی مسند میں جابر بن عبد اللہ انصاری عبد بن حمید بسند حسن انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے راوی حضور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں، دخلت الجنة فسمعت خشفة فقلت ما هذه قالوا هذا بلال، ثم دخلت الجنة

فسمعت خشفة ما هٰذہ قالوا هٰذہ الغمیصاء بنت ملحان۔ ''میں جنت میں داخل ہوا تو ایک پہچل سنی، میں نے پوچھا یہ کیا ہے۔ ملائکہ نے عرض کیا کہ یہ بلال ہیں۔ پھر تشریف لے گیا پہچل سنی، پوچھا، کہا غُمیصا بنت ملحان یعنی اُمِ سُلیم مادر انس رضی اللہ عنہما'' ان کا انتقال خلافتِ امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ میں ہوا۔ کما ذکرہ الحافظ فی التقریر۔

امام احمد وابویعلیٰ بسند صحیح حضرت عبداللہ بن عباس اور طبرانی کبیر اور ابنِ عدی کامل میں بسند حسن ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی کہ حضورِ اقدس ﷺ فرماتے ہیں۔ دخلت الجنة لیلة اسریٰ بی فسمعت فی جانبها سروجاً فقلت یا جبرئیل ما هٰذا قال هٰذا بلال المؤذن، ''میں شبِ معراج جنت میں تشریف لے گیا اس کے گوشہ میں ایک آواز نرم سنی، پوچھا اے جبرئیل یہ کیا ہے، عرض کی یہ بلال مؤذن ہیں۔'' (رضی اللہ عنہ)

امام احمد ومسلم ونسائی انس رضی اللہ عنہ سے راوی حضورِ والا صفات صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہٗ علیہ فرماتے ہیں، دخلت الجنة فسمعت خشفةً بین یدی فقلت ما هٰذہ الخشفة فقیل الغمیصاء بنت ملحان. ''میں بہشت میں رونق افروز ہوا اپنے آگے ایک کھٹکا سنا، پوچھا یہ کیا ہے، عرض کی گئی غُمیصا بنتِ ملحان۔''

امام احمد ونسائی وحاکم باسنادِ صحیحہ اُم المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی حضور سید المرسلین ﷺ فرماتے ہیں، دخلت الجنته فسمعت فیها قراءة فقلت من هٰذا قالوا حارثة بن النعمان کذا لکم البر کذا لکم البر. ''میں بہشت میں جلوہ فرما ہوا وہاں قرآن پڑھنے کی آواز آئی، پوچھا یہ کون ہے۔ فرشتوں نے عرض کی حارث بن نعمان۔ نیکی ایسی ہی ہوتی ہے'' یہ حارث رضی اللہ عنہ خلافتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں ہی راہی جِناں ہوئے۔

قال ابن سعد فی الطبقات ذکرہ الحافظ فی الاصابۃ ابن سعد طبقات میں ابوبکر عدوی سے مرسلاً راوی حضور سید العالمین ﷺ فرماتے ہیں، دخلت الجنة فسمعت نخمة من نعیم. ''میں جنت میں تشریف فرما ہوا تو نعیم کی کھنکار سنی'' یہ نعیم بن عبداللہ عدوی معروف بہ نخام (کہ اسی حدیث کی وجہ سے ان کا یہ عرف قرار

پایا) خلافتِ امیر المؤمنین فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ میں جنگِ اجنادین میں شہید ہوئے، کما ذکرہ موسیٰ بن عقبة فی المغازی عن الزھری و کذا قالہ ابن اسحاق و مصعب الزبیری و آخرون کما فی الاصابة .

سبحان اللہ! جب احادیثِ صحیحہ سے احیائے عالمِ شہادت کا حضور ثابت تو عالمِ ارواح سے بعض ارواح قدسیہ کا حضور کیا دُور۔

امام ابوبکر ابن ابی الدنیا ابوالمخارق سے مرسلاً راوی حضور پُر نور صلوات اللہ وسلامہ علیہ فرماتے ہیں،

مررت لیلة اسریٰ برجل مغیب فی نور العرش قلت من ھٰذا ملک قبل لا قلت من ھو قال ھٰذا ارجل کان فی الدنیا لسانه رطب من ذکر الله تعالیٰ وقلبه معلق با لمساجد ولم یستسب لوالدیه قط .

یعنی شبِ اسریٰ میرا گذر ایک مرد پر ہوا کہ عرش کے نور میں غائب تھا، میں نے فرمایا یہ کون ہے کوئی فرشتہ ہے؟ عرض کی گئی نہیں۔ میں نے فرمایا نبی ہے؟ عرض کی گئی نہیں۔ میں نے فرمایا کون ہے۔ عرض کرنے والے نے عرض کی یہ ایک مرد ہے کہ دنیا میں اس کی زبان یادِ الٰہی سے تر تھی اور دل مسجدوں سے لگا ہوا اور (اس نے کسی کے ماں باپ کو بُرا کہہ کر) کبھی اپنے ماں باپ کو بُرا نہ کہلوایا۔۔۔۔الخ (عرفانِ شریعت)

مزید احادیثِ موضوعہ کی معلومات کے لئے فقیر کی تصنیف "مجموعۂ احادیث و روایاتِ موضوعہ" کا مطالعہ فرمائیے۔

مدینے کا بھکاری الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہٗ

۲۹ محرم شریف ۱۴۲۰ھ بہاولپور، پاکستان

ہماری کتب